



OPEN ACCESS

Al-Azva الإضاء

ISSN 1995-7904 ; E 2415-0444

Volume 38, Issue, 60, 2023

www.aladwajournal.com

لین دین کے قدیم و جدید ذرائع کا فقہی جائزہ

Jurisprudential Appraisal of Ancient and Modern Modes of Transactions

Mufti Saeed Ahmad

Postdoc Fellow, IRI, International Islamic University, Islamabad

Abstract

KEYWORDS

Exchange; Barter;
Commodity; Metal;
Transactions; Gold &
Silver; Muslim
Scholars; Paper
Currency.



Date of Publication:
29-12-2023



The evolution of currency traces its roots back to the earliest stages of human civilization, where various modes of exchange, ranging from barter to metal-based transactions, shaped the landscape of trade. The initial practice of direct goods exchange, known as barter, was succeeded by the Commodity System, wherein specific items served as mediums of trade. The Metal System further streamlined transactions through the use of metal coins, although it presented its own set of challenges. The shift from physical commodities to symbolic representations of value marked a crucial turning point, leading to the introduction of paper currency as a means to address the complexities associated with metal-based transactions. Notably, historical records indicate widespread acknowledgement of the legitimacy of these evolving exchange systems by Muslim scholars. However, a pivotal moment arose in 1971 when paper currency detached from tangible assets like gold and silver, sparking diverse opinions among Muslim scholars regarding its compatibility with Shariah principles. In the contemporary era, the landscape of currency has expanded to include credit cards and digital currencies as alternative mediums of exchange. The advent of these modern methods has prompted ongoing discussions among scholars about their Shariah status. This article delves into the historical trajectory of

currency evolution and explores the diverse perspectives within the Muslim scholarly community regarding the Shariah compliance of both traditional and contemporary forms of currency. By doing so, it aims to shed light on the intricate and multifaceted nature of exchange systems throughout history and in our present times.

تعارف

ابتدائی طور پر لین دین اشیاء کے باہمی تبادلہ کی صورت میں ہوتا تھا جسے بارٹر سسٹم Barter System کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد مخصوص اشیاء کے ذریعہ لین دین کا طریقہ اپنایا گیا جسے زر بضاعتی Commodity System کہا جاتا تھا۔ بعد ازاں انہی اشیاء کے سکوں سے لین دین جاری ہوا جسے زر معدنی Metal System کہا جاتا تھا۔ اس نظام میں لوگوں کو آسانی کے ساتھ کچھ مشکلات بھی دیکھنا پڑیں اس لیے ان کی جگہ پر ان کی قدر کی مناسبت سے دستاویز اور رسیدوں سے لین دین شروع کر دیا جو کاغذی کرنسی کیا ابتدا بنا۔ مذکورہ بالا تمام صورتوں سے لین دین کے جواز پر اہل علم کا اتفاق رہا ہے۔ جب کاغذی کرنسی کو زر حقیقی (سونا و چاندی) سے 1971ء میں الگ کر دیا گیا تو اس کی شرعی حیثیت کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہو گئیں۔ نیز دور جدید میں کریڈٹ کارڈ اور ڈیجیٹل کرنسی بھی لین دین کے لیے متعارف ہو گئیں۔ ان کی شرعی حیثیت میں بھی اہل علم کی آراء مختلف ہو گئی ہیں۔ زیر نظر آرٹیکل میں لین دین انہی قدیم و جدید ذرائع کی تاریخ اور شرعی حیثیت پر بحث کی گئی ہے۔

لین دین کے قدیم ذرائع

انسان اور معاشیات کی تاریخ دونوں اکٹھی چلتی ہیں۔ دونوں آغاز و ارتقاء اور مرور زمانہ سے آنے والی تبدیلیوں کے لحاظ سے بہت حد تک مشترک ہیں۔ ابتداء زر کا نظام اور لین دین اشیاء کے تبادلہ کی صورت میں تھا۔ اس نظام کو بارٹر سسٹم Barter System کہا جاتا ہے۔ اس سسٹم میں لین دین، خرید و فروخت اور اشیاء کے دیگر اشیاء سے تبادلہ کیا جاتا تھا۔ مثلاً اگر کسی آدمی کے پاس جانور ہوتے اور اسے گندم کی ضرورت ہوتی تو وہ کسی ایسے تاجر کے پاس جاتا جس کے پاس بیچنے کے لیے گندم ہوتی اور اسے اپنی کسی ضرورت کے لیے جانور درکار ہوتے تو وہ ان اشیاء کا تبادلہ کر لیتے اور اپنی ضروریات پوری کر لیتے۔ لیکن اس طریقہ میں متعدد پیچیدگیاں اور مشکلات تھیں جس کا لوگوں کو شروع میں ہی ادراک ہو گیا۔ ایک تو دوطرفہ مشترکہ ضروریات کے حاجت مند افراد کو تلاش کرنا، دوسرا دوطرفہ اجناس و اشیاء کی قیمتوں کو طے کرنا، تیسرا دوطرفہ قیمتوں کی تعیین پر باہمی رضامندی، چوتھا ان بھاری بھر کم اشیاء و اجناس کا نقل و حمل، پانچواں ان اشیاء کو ذخیرہ کرنا اور پھر خراب ہونے سے محفوظ رکھنا وغیرہ۔ اس لیے یہ نظام دیرپا ثابت نہیں ہوا اور بہت جلد اس سے توجہ ہٹنا شروع ہو گئی اور متبادل کی تلاش جاری رہی۔

زر بضاعتی کا نظام Commodity Money System

اشیاء کے باہمی تبادلہ میں پیش آنے والی مشکلات سے چھٹکارا پانے کے لیے زر بضاعتی یعنی مخصوص اشیاء کے ذریعے تبادلہ کا نظام مختلف علاقوں میں مختلف اشیاء کو معیار قدر قرار دیا گیا۔ ساحلی علاقوں میں موتیوں کو زر کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ برفانی اور ٹھنڈے علاقوں میں پشم Wool اور معتدل موسم کے علاقوں میں قیمتی پتھر، گینگنے، کپڑے، ہاتھی دانت اور مچھلیاں وغیرہ زر / کرنسی قرار پائے۔ جاپان میں ایک عرصے تک چاول بطور کرنسی استعمال ہوتے رہے جبکہ وسط ایشیائی ممالک میں چائے کی پتی اور افریقہ میں نمک اور شمالی یورپ میں پوستین کرنسی قرار پائے۔¹ اس طرح سے کچھ سہولت اور بہتری آئی لیکن مالیت کا تحفظ، نقل و حمل کی خرابیاں اس نظام میں بھی موجود رہیں۔ ایک طویل عرصے تک ان مشکلات کو برداشت کرتے ہوئے لوگ لین دین کرتے رہے اور مزید بہتری کی تلاش و جستجو جاری رکھی یہاں تک کہ ایک تیسرے طریقے کی طرف منتقل ہوئے۔

زر معدنی / زردھاتی کا نظام Metal Money System

زر معدنی میں چند قیمتی دھاتیں جیسے سونا، چاندی، تنبا وغیرہ اشیاء کے تبادلے اور لین دین میں زر کے طور پر استعمال ہونا شروع ہوئے۔ یہ قیمتی دھاتیں اپنی اصل حالت میں اور ان سے بنے ہوئے سکوں Coins کی صورت میں ذریعہ تبادلہ مقرر ہوئے۔ اس نظام سے لوگوں کو کافی سہولت مہیا ہوئی اور گزشتہ مشکلات کا خاتمہ ہوا۔ انسانی تاریخ میں یہ نظام صدیوں تک رائج رہا۔ دنیا کے مختلف ممالک اور بڑے بڑے خطوں اور تہذیبوں میں دھاتی سکوں کا رواج رہا۔ چنانچہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ چین اور ہندوستان میں ایک ہزار سال قبل مسیح کانسی کے سکے رائج تھے۔ اب بھی نیشنل لائبریری آف پیرس میں ایسے سکے Coins موجود ہیں جن پر 700 قبل مسیح کی تاریخ مندرجہ ہے۔ انسان چونکہ جدت پسند واقع ہوا ہے اس لیے اس نظام کے مستحکم ہوجانے کے بعد بھی مزید تسہیل کی تلاش میں رہا یہاں تک کہ ان دھاتوں میں سے سونے کو زر کے لیے پائیدار ہونے کی وجہ سے اولیت حاصل رہی اور ایک چوتھے نظام کی ابتداء ہوئی۔

زر ذہبی کا نظام Gold Spice System

سونا اپنی چمک دمک، مرغوبیت اور پائیداری کی وجہ سے تمام دھاتوں میں زر کے لیے سب سے بہتر سمجھا گیا۔ سونا چونکہ فطری طور سب سے قیمتی دھات ہے اس لیے اس کا زر کے لیے استعمال معروف ہو گیا۔ سونے کے بعد دوسرے نمبر پر یہ حیثیت چاندی کو حاصل رہی دونوں زر کے لیے قابل قبول رہے۔ دونوں مقبولیت کے باوجود یکساں نہیں تھے۔ زیور، ڈلی، برتن کی صورت میں ان سے تبادلہ جاری رہا اور ان دونوں کو وزن کے لحاظ سے معیار Standard ہے۔ پھر مروجہ زمانہ کے ساتھ سونے اور چاندی کے سکے Coins رائج ہو گئے۔ ان سکوں کی بناوٹ

اور ساخت میں ان کی موجود قیامت ان پر درج ہوتی تھی اور ان پر دو طرفہ کوئی نہ کوئی مہر بھی لگی ہوئی ہوتی تھی جو ان کے معیاری ہونے کی تصدیق کرتی تھی، شروع میں اس طرح کے سکے حکومتی سرپرستی کے علاوہ لوگوں کو بھی دھانے کی اجازت تھی اور اس بات کی سہولت تھی کہ حکومتی مقررہ ادارے میں اپنا سونا و چاندی لاکر مطلوبہ سکے ڈھلا سکتے تھے۔ چنانچہ سونے و چاندی کے ان سکوں کے ذریعے تجارت اور خرید و فروخت کا عمل جاری رہا۔ سکے Coins کب وجود میں آئے اس کی بالکل ابتدائی تاریخ ایجاد کے بارے میں مورخین و ثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ قرآن حکیم کی داخلی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے دور میں دراہم کی صورت میں سکوں کا عام رواج تھا۔ ان کے بھائیوں نے انہیں دراہم ہی کے عوض میں بیچا تھا اور بعد میں گندم کا حصول دراہم ہی کے ذریعے کرتے تھے جیسے کہ قرآن حکیم میں ہے۔

وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ³

حضرت یوسفؑ کا دور 1900 قبل مسیح تھا جبکہ ایک تاریخی روایت کے مطابق سونے کا سکہ سب سے پہلے لیڈیا Leedid کے بادشاہ کروسیس نے 560 قبل مسیح متعارف کروایا۔⁴ چین میں سکوں کا نظام ساتویں صدی قبل مسیح میں رائج رہا⁵ اس نظام سے زرنے مستحکم حیثیت حاصل کر لی۔ لین دین میں آسانی پیدا ہوئی۔ ملکی و بین الاقوامی تجارت میں ترقی ہوئی۔ زر اور مالیت کو ذخیرہ کرنے کے مواقع میسر آئے۔

زرذہبی اور دور نبوت

بعثت نبوی ﷺ کے زمانہ میں لوگ دراہم کو بطور زر استعمال کرتے تھے۔ دراہم و دینار اہل عرب کی کرنسی نہیں تھی بلکہ اطراف کے ممالک سے عرب میں آئی تھی۔ دراہم ساسانی ممالک کا سکہ تھا۔ یہ براستہ عراقی عرب میں آیا جبکہ دینار روم کا سکہ تھا جو براستہ شام عرب میں پہنچا۔ آپ ﷺ نے ان کے ذریعہ لین دین کو جاری رکھا بلکہ شریعت محمدی ﷺ کے تمام مالی امور انہیں کے ذریعہ ہونا طے پائے۔ کفارات، ضمانات، دیات، صلح کے معاملات، مہر، حد سرقہ، نصاب زکوٰۃ وغیرہ میں انہیں دراہم و دینار کو معیار قرار دیا۔ دور نبوی ﷺ میں یہ مختلف اوزان کے ہوتے تھے یہاں تک کہ دور فاروقی میں دراہم پر اجماع ہوا۔⁶ سیدنا عثمان غنیؓ کے زمانہ میں ان سکوں پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا گیا جبکہ حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں اپنے سکے جاری کیے۔ پھر یہ بعد میں عبدالملک بن مروان کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں نے اپنے الگ سکے ڈھانے شروع کیے جن کا وزن ایسی سٹینڈرڈ پر لکھا گیا یعنی ہر سکہ 2.975 گرام تقریباً 3 ہوتا تھا۔⁷ بعد کے ادوار میں بھی اسی طرز کے سکے لین دین کے لیے رائج رہے ہیں۔ جیسے کہ آثار قدیمہ کی مختلف جگہوں پر تحقیقات سے ان کے بہت سارے نمونے ملتے رہے ہیں۔

لین دین کے جدید ذرائع

اشیاء کے باہمی لین دین کے لیے لوگ بارٹر سسٹم، میٹل سسٹم، کوڈیٹی سسٹم اور گولڈ سسٹم کو ایک طویل عرصہ تک کام میں لاتے رہے لیکن انہیں مسلسل کئی دفتوں اور رکاوٹوں کا سامنا رہا جس کا حل کاغذی کرنسی صورت میں نکالا گیا جسے دور قدیم کی خرید و فروخت اور لین دین سے متعلقہ مشکلات کو کافی حد تک ختم کر دیا۔ کرنسی نوٹ کی ایک خاص تاریخ اور پس منظر ہے جس کا جائزہ درج ذیل ہے۔

کرنسی نوٹ

سونے چاندی کی اس حیثیت سے لوگ اسے جمع رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس سے گزشتہ زمانے کی مشکلات کے علاوہ ان کی حفاظت اور انہیں چوری و ڈکیتی سے بچانے کی صورت میں دقتیں اور مشکلات کا سامنا ہوا۔ دوسرا سونا چاندی بصورت زر ایک علاقے سے دوسرے علاقے بلکہ دوسرے ممالک میں زیادہ منتقل ہو جاتا۔ ان نئے مسائل کی وجہ سے لوگوں نے اپنی سہولت و حفاظت کا نیا نظام ایجاد کر لیا کہ لوگ اپنا سونا حفاظتی بندوبست کی غرض سے سناروں اور صرافوں کے پاس رکھوانے لگے۔ سنار اور صراف چونکہ سونے کی بڑی مقدار کے مالک ہوتے تھے۔ اور اپنے پاس سونے کی حفاظت کا مناسب بندوبست رکھتے تھے تو لوگوں سے جمع شدہ سونے / چاندی کی مقدار، قدر و قیمت، جمع کرانے کی تاریخ، سونے و چاندی کی نوعیت (ڈلی و برتن) کی تفصیلات رسید کی صورت میں مالک کو دے دیتے اور واپسی کے مطالبہ پر رسید دیکھ کر مالک کو اس کی مالیت واپس کر دیتے۔ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ لوگوں کا ان پر اعتماد ہو گیا اور معاشرے میں ان کی حیثیت محض سنار و صراف کی نہیں رہی بلکہ بینک کے لاکر Locker کی ہو گئی۔ اب ایک طرف تو سنار اس حفاظتی بندوبست پر لوگوں سے کچھ قیمت وصول کرتے دوسری طرف بازاروں میں ان کی طرف سے دی جانے والی رسیدیں بطور علامتی زر کے استعمال ہونے لگیں۔ لوگوں نے ان رسیدوں کے ذریعہ خرید و فروخت، وصولیاں اور ذمہ داریوں کی ادائیگی شروع کر دی۔ اور یہی رسیدیں زر کی علامت کے طور پر معروف ہو گئیں۔ صراف اور سنار اپنے پاس رکھے ہوئے امانتی سونے کو مطالبہ پر واپس ادا کرنے کے پابند ہوتے تھے۔ دوسری طرف جب سناروں نے دیکھا کہ لوگ اپنے سونے اور چاندی کی رسیدوں سے زیادہ آسانی سے اپنے امور چلا لیتے ہیں اور ان سے سونے و چاندی کی واپسی کا مطالبہ بھی کم کرتے ہیں یا زیادہ عرصہ کے بعد کرتے ہیں تو انہوں نے سونے و چاندی کی کچھ مقدار اپنے پاس محفوظ رکھنے کے بعد بقیہ کو قرض کے طور پر دینا شروع کر دیا جس کی باضابطہ تحریری دستاویز تیار کی جاتیں۔ اس طریقہ سے کرنسی کی ابتداء ہوئی اور کاغذی کرنسی اس سونے و چاندی کی رسیدیں ہوتی تھیں جو ان صرافوں کے پاس بطور امانت رکھا ہوتا تھا۔

اہل چین نے 650 سے 800 کے زمانہ میں کاغذی ان رسیدوں کو بصورت ڈرافٹ بنا کر شروع کیا جو بعد میں کرنسی نوٹوں کی اشاعت کی بنیاد ہے۔ ایک تاریخی روایت کے مطابق کرنسی نوٹ بصورت کاغذ چین میں 910 میں

ایجاد ہوئے۔ چین میں کرنسی نوٹ حکومتی سرپرستی میں چھاپے گئے اور مختلف صرافوں کو بھی اس طرح کے نوٹ چھاپنے کی اجازت دی گئی۔ چونکہ ان کاغذی رسیدوں سے سہولت حاصل ہوگی۔ تجارتی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا۔ ان کا نقل و حمل آسان تھا اور انہیں لوگوں میں مقبولیت حاصل ہوگی تو بینک آف انگلینڈ⁸ نے انہیں جاری کرنے کی ذمہ داری لے لی۔ بینک آف انگلینڈ ان کرنسی نوٹوں کے بدلے حامل کو ان پر درج شدہ مقدار ادا کرنے کا پابند تھا۔ یہ نظام مستحکم اور غیر لچکدار طریقے دنیا میں ایک طویل عرصہ تک رائج رہا۔ اس نظام کے ذریعے ہر ملک اپنی برآمدات بڑھانے کی کوشش کرتا تھا۔ کرنسی کی قدر کم کرنے سے زر کی مقدار بڑھ جاتی جس سے افراط زر کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کو روکنے کے لیے ان کاغذی رسیدوں یا نوٹوں کو سونے سے الگ کرنے کی پالیسی پر کام شروع ہوا۔ زر کی اس طرح کی بنیاد جو 1694ء میں رکھی گئی تھی۔ اس بنیاد کے 250 سال بعد 1944ء میں علیحدہ کرنے کا پلان بنایا گیا اور برٹن ووڈ Breton Wood کانفرنس میں خاص تصورات اور مستقبل کے مقاصد کے لیے طے کیا گیا کہ کرنسی کو سونے سے الگ کر دیا جائے تاکہ برآمدات بڑھیں اور ساتھ ہی افراط زر پیدا نہ ہو چنانچہ 1971ء میں کرنسی نوٹوں کو سونے سے الگ کر دیا گیا۔ اگرچہ کاغذی کرنسی کی متعین طور پر تاریخ کا آغاز و ایجاد بتانا مشکل ہے۔ تاہم ساتویں صدی عیسوی میں اہل چین کے ہاں ایسی کاغذی ڈرافٹ یا نوٹ رائج ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے چین میں رائج نوٹوں کا ذکر کیا ہے۔ ابن بطوطہ کا سفر چین 1324ء اور 1355ء کے درمیانی زمانہ میں ہوا تھا۔⁹

ابن بطوطہ نے چینی کرنسی کے بارے جو مشاہدہ کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چینی کاغذی کے ٹکڑوں کے عوض لین دین کیا کرتے تھے۔ کاغذ کے یہ ٹکڑے ایک بالشت کے برابر ہوتے تھے۔ شاہی مطبع (مہر لگانے کا دفتر) کاغذ کے نوٹ چھاپتا تھا۔ کاغذی نوٹ اگر پرانے ہو جاتے یا پھٹ جاتے تو انہیں تبدیل کرایا جاسکتا تھا۔¹⁰ علامہ ابن مقریزی نے بھی چینی نوٹوں سے بغداد کے بازاروں میں لین دین ہوتے دیکھا۔¹¹ جاپان میں بھی چودھویں صدی عیسوی میں کرنسی نوٹوں کے اجراء کے قرائن ملتے ہیں۔ یورپ میں سٹاک ہام بینک آف سویڈن نے 1661ء میں کاغذی نوٹوں کو جاری کیا۔ انگلینڈ میں 1696ء کے عرصہ میں کرنسی نوٹ جاری ہوئے۔ ہندوستان میں 1825ء میں بینک آف کلکتہ نے کاغذی نوٹ جاری کیا۔ شروع میں ان نوٹوں کے پیچھے سو فیصد سونا ہوتا تھا لیکن بعد میں نوٹ اور سونے کا تعلق ختم ہو گیا۔

اب پوری دنیا میں یہی کاغذی کرنسی رائج الوقت سکھ ہے۔ دنیا میں رائج کاغذی کرنسی کی طویل تاریخ کے ساتھ ساتھ پاکستان میں کرنسی کی تاریخ بھی قابل ذکر ہے۔ پاکستان میں مالیاتی نظام کا آغاز 1948ء میں سٹیٹ بینک آف پاکستان، کراچی سے ہوا۔ پہلی مرتبہ 1948ء میں پانچ، دس اور سو روپے کے نوٹ برطانوی فرم میسرز ڈی لاروا اینڈ کمپنی کی مدد سے جاری ہوئے۔ 1949ء میں ایک اور دو روپے کے نوٹ سٹیٹ بینک آف پاکستان کے گورنر زاہد

حسین کے دستخط سے شائع ہوئے۔ 1957 میں سو 100 کی مالیت کا نوٹ بانی پاکستان محمد علی جناح کی تصویر سے شائع ہوئی۔ 1961 میں اعشاریٰ سکے جاری ہوئے یعنی پانچ پیسے، دس پیسے کے سکے جس سے اکنی، دونی، چونی کی قانونی حیثیت ختم کر دی گئی۔ 1982 میں پہلی مرتبہ پانچ، دس، پچاس اور سو روپے کے نوٹ جاری کیے جن پر سے بنگالی زبان کی عبارتیں حذف کر دی گئیں اور اردو میں ”رزق حلال عین عبادت ہے“ کی عبارت طبع کی گئی۔ 1986 میں 500 روپے کا نوٹ اور 1987 میں 1000 روپے کا نوٹ جاری ہوا۔ 2006 میں پاکستان کی تاریخ کے سب سے بڑے کرنسی نوٹ جو کہ 5000 روپے کی مالیت کا بھی جاری ہوا۔ اس پر اس وقت کے سٹیٹ بینک آف پاکستان کے گورنر کا شمشاد اختر کے دستخط تھے۔

کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت

ان کی شرعی حیثیت کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء درج ذیل ہیں۔

پہلی رائے

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ کرنسی نوٹ اس بات کی دستاویز ہیں کہ نوٹ کے حامل نے نوٹ جاری کرنے والے ادارہ سے اتنی مقدار کا سونا یا چاندی وصول کرنا ہے کیونکہ ہر بڑے نوٹ پر یہ تحریر ہوتا ہے۔ ”حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کیا جائے گا“۔

علامہ محمد امین شنیطی نے لکھا ہے کہ

وانها سند بفضة وان المبيع المفضة التي هي سند بها ومن قرء المکتوب علیہا
فہم صحۃ ذلک وعلیہ فلا یجوز بیعہا بذہب ولا فضة ولو یدا بیداء بعدم
المناجزة بسبب غیبة الفضة امرفوع لسندھا¹²

اور یہ نوٹ چاندی کے دستاویز ہیں اور بیچی گئی چیز چاندی ہے اور یہ اس کی سند / رسید ہیں۔ اس پر لکھی ہوئی عبارت پڑھنے سے اس رائے کا درست ہونا معلوم ہو گا۔ اسی لیے ان نوٹوں سے سونا یا چاندی کے بدلہ جائز نہیں چاہے نقد ہو کیونکہ یہ جس چاندی کی رسید ہیں وہ موجود نہیں لہذا دوطرفہ قبضہ¹³ مجلس عقد میں نہیں ہوا۔ اس رائے کے مطابق ان نوٹوں سے بیع سلم یا مشارکہ جائز نہیں ہے کیونکہ بیع السلم اور مشارکہ میں سرمایہ نقد کی صورت میں ہونا ضروری ہے۔¹⁴ اور یہ تو ایک قرض کی رسید ہیں۔ نیز ان نوٹوں سے ایک ملک دوسرے ملک کی کرنسی سے تبادلہ بھی جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں گویا کہ سونے کے بدلہ سے ادھار اور کمی بیشی سے بیع ہوگی جو سود ہے۔¹⁵

فقہی نقطہ نظر سے یہ رائے درست نہیں ہے کیونکہ کرنسی نوٹ اب حکومتی حکم کی وجہ سے قرض کی رسیدیں نہیں بلکہ زر قانونی / زجر بن چکے ہیں۔ جہاں تک ان پر موجود تحریر کا تعلق ہے تو اب اس کی تشریح صرف یہ ہے کہ حکومت سے مطالبہ کی صورت میں حکومت کی ظاہری بازاری قیمت ادا کرے گی۔ نیز یہ رسیدیں اس لیے بھی

نہیں ہیں کہ ان کے گم یا تلف ہونے کی صورت میں انکا مالک انہیں جاری کرنے والے سے مطالبہ نہیں کر سکتا خواہ اس کے پاس اس بات پر گواہ ہوں کہ اس کی رسیدیں گم ہو گئی ہیں کیونکہ اگر یہ قرض کی رسیدیں ہوتیں تو حامل رسید کو یہ حق ملتا۔ بہر حال بوجہ یہ رائے درست نہیں۔

دوسری رائے

بعض محققین کے نزدیک نوٹ / کرنسی بذات خود سامان / عروض ہیں چنانچہ علامہ شمشیطی مالکی فقہیہ علیش مصری کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

وممن افقی بانها كعروض التجارة العالم المشهور المصرى صاحب النوازل¹⁶
 "یعنی بعض حضرات نے نوٹوں کو سامان تجارت ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔" ان میں نوازل کے مصنف علامہ عیش بھی ہیں۔

اس رائے کے مطابق نوٹ عام حالات میں کسی چیز کی قیمت / ثمن نہیں بن سکتے۔ ہاں اگر انہیں عاقدین بطور ثمن تسلیم کر لیں جیسے بیع المتایضہ¹⁷ اسی طرح نوٹ پر زکوٰۃ بھی نہیں ہوگی جب تک انہیں بیچ کر نفع نہ کمایا جائے۔ نیز ان سے مضار بہ اور بیع سلم بھی جائز نہیں کیونکہ یہ سامان ہیں ثمن اور قیمت نہیں۔ یہ نظریہ بھی قبولیت حاصل نہ کر سکا اور اسے رد کر دیا گیا۔

تیسری رائے

ایک رائے یہ بھی ہے کہ کرنسی نوٹ سونے اور چاندی کا تبادلہ ہیں کیونکہ ان کی اصل سونا اور چاندی ہے جو ان کی پشت پر ضمانت کے طور پر ہیں۔¹⁸ یہ نظریہ بھی اہل علم کے ہاں قبولیت حاصل نہ کر سکا کیونکہ اب حقیقت یہ ہے کہ کرنسی کی پشت پر سونا و چاندی ضمانت نہیں ہیں اور 1971ء میں Britain woods کے قانون کو خود عالمی طاقتوں نے منسوخ کر دیا اور کرنسی کو زر حقیقی سے جدا کر دیا ہے۔¹⁹

چوتھی رائے

بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ کرنسی نوٹ دھاتی سکوں کی طرح زر اصطلاحی ہیں۔

الرابع هو سلعة بالاصل و ثمن بالاصطلاح كالفلوس²⁰

یہ رائے بھی وزنی نہیں ہے کیونکہ کاغذی کرنسی کو فلوس (دھاتی سکے) پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ان میں بہر حال سامان کا عنصر غالب ہوتا ہے جبکہ کرنسی تو صرف کاغذ ہیں اور اگر ان کی کچھ حیثیت ہو تو وہ حکومتی ضمانت اور قانون کی وجہ سے ہے۔

پانچویں رائے

ایک رائے یہ بھی ہے کہ کاغذی نوٹ اور کرنسی اب سونے یا چاندی کی طرح مستقل زر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زر حقیقی کی تمام خصوصیات ان میں پائی جاتی ہیں کہ یہ تبادلہ کا ذریعہ، قیمتوں کی پیمائش کا ذریعہ، قابل ذخیرہ ہیں۔ زر کی حقیقت اور یہ خواص اس سے قبل ذکر ہو چکے ہیں۔ اکثر معاصر علماء کی یہی رائے ہے۔ علامہ عمر بن عبدالعزیز المترک نے اس رائے کے دلائل کا احاطہ کیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کاغذی کرنسی کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان میں راجح قول یہ ہے نوٹ مستقل کرنسی اور سونے چاندی کی طرح زر ہیں۔ ان پر سونے کے وہی احکام جاری ہوں گے جو سونے اور چاندی کے ہیں۔ اسی طرح لقیہ تجارتی معاملات میں بھی یہ زر حقیقی کی طرح ہیں۔²¹ اب چونکہ عالمی قوتوں کی پشت پناہی کی وجہ سے زر حقیقی کا درجہ (بصورت کرنسی) ہے ہی نہیں اور ساتھ ساتھ دیگر اقوال پر عمل کی وجہ سے لین دین کے معاملات میں انتہائی دقت پیش آئے گی۔ سودی معاملات عام ہو جائیں گے اور زکوٰۃ پر کڑی ضرب لگے گی۔

موخر الذکر رائے کے قرین قیاس ہونے اور مصالح العباد کی حفاظت کا ذریعہ ہونے کے باوجود یہ کہنا کہ معاصر کرنسی زر حقیقی کی طرح مستقل زرہ، زمینی اور تاریخی حقائق کے بالکل منافی ہے۔ اس کی اگر کوئی حیثیت ہے تو وہ صرف اور صرف نظام کے جبر و دباؤ سے ہے۔ جیسے ہی اس نظام نے اپنی کروٹ بدلی، کرنسی اپنی اس حیثیت کو برقرار نہیں رکھ سکے گی۔ لہذا اسے تبادلہ اشیاء کا معاصر قانونی ذریعہ تو کہا جاسکتا ہے مستقل زر نہیں قرار دیا جاسکتا اور یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اسے زر مستقل قرار دینے کی رائے اور فتویٰ بھی تو کسی جبر کا نتیجہ تو نہیں ہے۔ انسان اور معیشت کی قدیم تاریخ ہم عمر ہیں۔ معیشت میں قرض کا لین دین ایک بنیادی عنصر ہے۔ زمانہ قدیم کی تمام حکومتیں اور سلطنتیں بھی افراد کی طرح قرض کے معاملات کرتی تھیں۔ ڈاکٹر احمد البناء لکھتے ہیں۔

القروض القديمة قدم الانسان فقد تعامل الفراعنه والاغریق والرمان۔ وفي بلد العراق القديم كما تعامل بها الهند والصينيون وكان في كل هذه الحضارات۔²²
قرض کا لین دین اتنا ہی قدیم ہے جتنا خود انسان یہاں تک کہ فراعنہ اور شاہان مصر بھی قرض کا معاہدہ کرتے تھے۔ اسی طرح کارواج عراق، ہند اور چین بلکہ تمام تہذیبوں میں تھا۔

یہ بات گذشتہ صفحات میں گزر چکی ہے کہ لوگ تجارتی لین دین اور معاملات میں قدیم زمانہ سے مختلف اسباب و ذرائع استعمال کرتے آتے ہیں۔ چنانچہ بارٹر سسٹم، میٹل منی سسٹم اور گولڈ منی وغیرہ²³ اور ضروریات کی کثرت اور حالات کے تقاضوں اور انسانی سابقہ تاریخ اور مستقبل پر گہری نظر رکھنے والے افراد کی کاوشوں نے انسان کو کاغذی کرنسی تک پہنچا دیا جس نے مزید ترقی کرتے ہوئے کریڈٹ کارڈز اور ڈیجیٹل کرنسی کی شکل اختیار کر لی۔ ان کی انسانی زندگی میں ضروریات کیوں پیش آئی۔ اس بارے میں محققین کی آراء مختلف ہیں۔

کسی نے خطرات کے تحفظ و اطمینان، چوری اور ڈکیتی سے بچاؤ کی تدبیر کرنے کو ضرورت قرار دیا²⁴ تو کسی نے جدید معاشی نظام کا نتیجہ و تقاضا قرار دیا²⁵ کسی نے سہولت پسندی، تجارتی معاملات میں تیزی اور گلوبلائزیشن کی

ضرورت قرار دیا جبکہ بعض محققین کے نزدیک کریڈٹ کارڈ کی وجہ تخلیق ایجاد معاصر ترقی یافتہ، حیرت انگیز، الیکٹرونک ایجادات اور تیز ترین مواصلات، مال کو زیادہ مقدار میں ذخیرہ کرنا، دنیوی سرمایہ پر تسلط جمانا، سہولت پسندی وغیرہ۔²⁶

کریڈٹ کارڈ

کریڈٹ کارڈ معیشت کی دنیا میں نئی ایجاد ہے۔ اس نے انسانیت کی بڑی تعداد کو متاثر کیا ہے۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک جیسے امریکہ، جاپان، یورپ، چائنا وغیرہ میں سارا مدار زندگی اس کے گرد گھوم رہا ہے۔ سعودیہ کی الجنة الدائمہ للبحوث و الافتاء کے اہم رکن شیخ ابو زید بن عبداللہ کریڈٹ کارڈ کی تاریخ کے حوالے سے جو کچھ لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ کریڈٹ کی ابتداء 1914ء اس وقت ہوئی جب کچھ ہوٹلوں نے کسٹمر کو ادائیگی کی سہولت فراہم کرنا چاہی۔ اس کے بعد پٹرولیم کمپنیوں نے بھی انہیں جاری کر دیا۔ 1949ء ڈائیز کلب Dinner Club نے یہ کارڈ جاری کئے۔ اس زمانہ میں امریکن ایکسپریس اور کارٹ بلائج Cart Blanch اور کمرشل بینکوں میں بھی کارڈ کا سلسلہ شروع ہوا۔ 1951ء میں امریکہ میں کارڈ جاری کرنے والے بینک 100 سے زائد وجود میں آئے²⁷ جبکہ شیخ فتیح شوکت مصطفیٰ العرفات لکھتے ہیں کہ 1970ء میں کریڈٹ کا موجودہ زمانہ کا تصور طریقہ کار نہایت واضح ہو کر سامنے آیا جس میں بنیادی تصور یہ تھا کہ بینک آسان طریقہ سے قرض دے کر زیادہ فائدہ اٹھائے۔ اسی اثناء میں بینکوں کی ایک کو آپریٹو تنظیم بنی جس کے ذریعہ بینکوں نے ویزا کارڈ Visa Card جاری کیا جو اب تک رواج پانے والے کارڈز میں سب سے زیادہ ہے۔²⁸ جبکہ نور احمد شاہتاہ صاحب نے لکھا ہے کہ 1914ء میں سب سے پہلے امریکن ویسٹرن یونین نامی کمپنی نے خاص کسٹمرز کو ادائیگی کی سہولت کے لئے کارڈ جاری کئے۔ 1917ء میں ہوٹلز، تجارتی مراکز اور پٹرول کمپنیوں نے کچھ خاص کارڈز ایشو کئے۔ 1924ء میں کیلی فورنیا میں پٹرولیم کارپوریشن نے عمومی سطح پر کریڈٹ کارڈز جاری کئے۔²⁹ نیز ڈاکٹر الفری محمد علی بن عبد لکھتے ہیں کہ 1955ء میں فرسٹ نیشنل بینک آف بوسٹن First National Bank of Boston نے دنیا کے سامنے کریڈٹ کارڈ کا ایک نیا تصور پیش کیا کہ بینک صارفین کو مشینوں کے ذریعہ قرضے فراہم کرے اور کارڈ ہولڈر کے چیک پر لکھی ہوئی رقم کی ادائیگی کی ضمانت بھی بینک قبول کرے۔³⁰

امریکہ کے سب سے بڑے بینک Bank of America نے 1959ء میں کریڈٹ کارڈ جاری کئے اور دیگر بینکوں کے نام کریڈٹ کارڈ جاری کیا اور اس کے تمام معاملات کی نگرانی کے لئے ایک مستقل ادارہ تشکیل دیا۔³¹ مزید لکھتے ہیں کہ امریکہ میں بینکوں کی باہمی تعاون پر مشتمل تنظیم نے ماسٹر کارڈ ایجاد کیا جو عوام میں بہت مقبول ہوا۔ 1977ء میں اسی تنظیم نے ویزا کارپوریشن کے نام سے ایک ادارہ بنایا گیا جس نے Visa کے نام سے کریڈٹ کارڈ جاری کیا۔ امریکن ایکسپریس نے یورو کارڈ Euro Card جاری کیا۔³² بعد ازاں کریڈٹ کی مقبولیت، رواج،

سہولت کاری، حفاظت مال کا سبب ہونے کی وجہ سے کارڈ جاری کرنے والے ادارے مستقل کمپنیوں کے ممبر بنے۔ اصول و ضوابط وضع ہوئے اور ان خدمات Services سے مذکورہ بالا کمپنیوں نے اجرت اور فیس کی وصولی سے سرمایہ کاری شروع کر دی اور کئی قسم کے کارڈ مارکیٹ میں لائے گئے چنانچہ مذکورہ بالا کے علاوہ ویزا انٹرنیشنل Visa، امریکن ایکسپریس American Express، ایکس پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنیاں Access، Private Limited Companies، برطانیہ کے لوئڈاس بینک Lovidas Bank، میڈلائنڈ بینک Maidland Bank، نارٹھ ویسٹرن بینک North Western Bank، نیشنل بینک آف سکاٹ لینڈ National Bank of Scotland اور بار کلیئر بینک Bar Clays Bank بھی مختلف کارڈز جارہ کرتے ہیں جن میں ویزا سلور کارڈ Visa Silver Card، گولڈن کارڈ Visa Golden Card، ویزا الیکٹرونک کارڈ، امریکن ایکسپریس کارڈ، امریکن ایکسپریس گرین کارڈ، امریکن ایکسپریس گولڈن کارڈ، امریکن ایکسپریس ڈائمنڈ کارڈ، ماسٹر کارڈ، بار کلیئر کارڈ ریٹیل کارڈ وغیرہ۔³³

کریڈٹ کارڈ کے استعمال کی شرعی حیثیت

کارڈز کے مقاصد پر مختلف اہل علم کی آراء ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مروجہ کارڈز زیادہ منافع حاصل کرنے، خدمات میں سہولت فراہم کرنے، لین دین کی مشقتوں سے بچانے، چوری و ڈکیتی سے تحفظ فراہم کرنے، نقل و حمل میں آسانی کرنے، سفر و حضر میں اشیاء کے حصول میں اطمینان فراہم کرنا وغیرہ ہیں۔³⁴ کریڈٹ کارڈ سے کارڈ ہولڈر کو ہونے والے فوائد کثیر ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: مال کی حفاظت، ضرورت کی تکمیل میں آسانی، وقت کی بچت، لمبے چوڑے حساب و کتاب رکھنے سے اطمینان، بچت کی تفصیل کی پہچان میں آسانی، لین دین کی ادائیگی میں کے لیے باعتبار طریقہ، بہت ساری جگہوں پر ڈسکاؤنٹ اور تریج کا حصول، اقساط کی ادائیگی میں آسانی، بل، ضمان، مختلف قسم کی فیسوں کی ادائیگی میں تسہیل، سفری ٹکٹ کے حصول میں آسانی و گارنٹی، لائف انشورنس، بذریعہ کارڈ خریداری پر حق اقالہ یعنی واپسی کا حق، تحائف پر بذریعہ قرعہ اندای، قرض کی سہولت، رینٹ پر ضمانت، بین الاقوامی سطح پر خریداری و سفر، پیشگی بینکنگ میں سہولت، چوری سے تحفظ، انٹرنیٹ پر خریداری اور رقوم کی منتقلی میں آسانی وغیرہ۔³⁵

کریڈٹ کارڈ کے استعمال کی شرعی حیثیت کے بارے میں اہل علم کی دو آراء ہیں۔ بعض کے نزدیک اس کا استعمال جائز ہے جبکہ دیگر کی رائے عدم جواز کی ہے۔ مجوزین کے نزدیک اس کا استعمال تب جائز ہے جب یہ غیر شرعی امور میں استعمال نہ ہو، اور اگر وہ ضرورت کسی اور طریقہ سے پوری ہو سکتی ہو تو اسے استعمال میں نہ لایا جائے اور اس کے استعمال میں سود کی ادائیگی کی نوبت نہ آئے۔ مانعین کے نزدیک اس کا استعمال صرف اضطرار کی حالت میں جائز ہے اس کے علاوہ عام حالات میں اس کا استعمال سود کی ممکنہ ادائیگی کی شرط کو تسلیم کرنے کی وجہ سے جائز

نہیں ہے۔ درج بالا دونوں آراء میں اگر غور کیا جائے تو دونوں کا نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے کیونکہ مجوزین کی عائد کردہ شرائط بھی دراصل اضطرابی کو واضح کر رہی ہیں تو گویا دونوں طرف کے اہل علم دراصل کریڈٹ کارڈ کے حالت اضطراب میں استعمال کو درست قرار دے رہے ہیں۔

ڈیجیٹل کرنسی اور اس کی شرعی حیثیت

ڈیجیٹل کرنسی سے کریپٹو کرنسی مراد ہے اور کریپٹو کرنسی ایک ایسی ورجول Virtual کرنسی ہے جو بذریعہ زٹرنیٹ استعمال کی جاتی ہے۔ اس کے ذریعہ سے لین دین کرنے والا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھ سکتا ہے۔ اسے کوئی مرکزی بینک یا کسی حکومت کی سرپرستی حاصل نہیں ہے۔ یہ ایک تصوراتی اور فرضی کرنسی ہے۔ اس میں زربننے کی کوئی صلاحیت نہیں پائی جاتی ہے۔ اس لیے دنیا کے اکثر ممالک نے اسے قانونی تحفظ فراہم نہیں کیا اور تمام اہل علم نے بھی اسے کرنسی اور زمانے سے نہ صرف انکار کیا ہے بلکہ اس کے استعمال کو بھی غرر، جو اور فراڈ کے امکانات کے پیش نظر ممنوع قرار دیا ہے۔

حاصل کلام

انسان اور معاشیات کا تعلق لازم و ملزوم کا ہے۔ ابتدائی طور پر لین دین اشیاء کی باہمی تبادلہ کی صورت میں ہوتا تھا جسے بارٹر سسٹم Barter System کہا جاتا ہے۔ اس طریقہ میں متعدد مشکلات اور پیچیدگیاں تھیں جس میں دو طرفہ اجناس کی قیمتوں کو طے کرنا، بھاری بھاری چیزوں کا نقل و حمل اور انہیں محفوظ رکھنا وغیرہ۔ اس کے بعد دوسرا طریقہ مخصوص اشیاء کے ذریعہ لین دین کا اپنا اگیا مثلاً قیمتی پتھر، ہیرے، کپڑے، وغیرہ لیکن اس طریقہ میں بھی متعدد مشکلات پیش آتی رہیں جسے زر بضعی Commodity System کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد لوگ قیمتی دھاتوں جیسے سونا اور چاندی کے ذریعہ سے لین دین کرتے رہے اور بعد میں انہی کے سکے ڈھال لیے گئے۔ لین دین کے اس نظام کو زر معدنی Metal System کہا جاتا تھا۔ سونے چاندی کے ذریعہ سے لین دین میں لوگوں کو آسانی کے ساتھ کچھ مشکلات بھی دیکھنا پڑیں جس میں ان کی چوری اور سونا چاندی دوسرے علاقوں میں زیادہ منتقل ہو جانا شامل ہیں۔ پس لوگوں نے ان کی بجائے ان کی قدر کی مناسبت سے دستاویز اور رسیدوں سے لین دین شروع کر دیا جو کاغذی کرنسی کی ابتداء بنا۔ کاغذی کرنسی کی طویل تاریخ ہے۔ سب سے پہلے چین میں دسویں صدی میں کرنسی نوٹ جاری ہوئے اور اس کے بعد بینک آف انگلینڈ نے کرنسی نوٹوں کے نظام کو مستحکم کیا۔ پھر بعض وجوہات کی بنیاد پر 1944ء میں آکر کرنسی نوٹوں کو سونے اور چاندی سے الگ کرنے کا پلان بنایا گیا جس کا باضابطہ اعلان 1971ء میں ہوا۔ اسی لیے اہل علم کی کرنسی نوٹوں کے بارے میں شرعی حیثیت سے متعلق آراء مختلف ہیں۔ بعض انہیں سونے چاندی کی دستاویز قرار دیتے ہیں جبکہ بعض نے انہیں سامان کی حیثیت دی ہے اور بعض علماء کے نزدیک یہ دھاتی سکوں کی طرح اصطلاحی زر ہیں جبکہ اکثر اہل علم کے نزدیک کرنسی نوٹ سونے چاندی کی طرح مستقل زر ہیں کیونکہ

یہ زریعہ تبادلہ، قیمتوں کی قدر اور پیمائش کا ذریعہ، قابل ذخیرہ اور مالیت کے تحفظ کی ضمانت ہیں۔ اور یہی چیزیں انہیں زر حقیقی کے قریب لے جاتی ہیں۔ جبکہ دور جدید کی جدید ترین کرنسیاں جیسے کریڈٹ کارڈ اور ڈیجیٹل کرنسی وغیرہ کو اہل علم نے کرنسی تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ اور اول الذکر کو باہر مجبوری مخصوص شرائط کے ساتھ اگرچہ استعمال کی اجازت دی ہے لیکن سود کے خطرے کے پیش نظر اسے پسندیدہ نہیں قرار دیا۔

حواشی و حوالہ جات

- 1 ڈاکٹر نور احمد شہتاہ، کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقاء اور شرعی حیثیت (کراچی: فضلی سنز، 1998ء)، ص 20
- 2 سورة الکہف 18: 19 میں بھی دراہم کا ہی ذکر ہے جن کو ورق کہا گیا ہے۔
- 3 یوسف 12: 20
- 4 ڈاکٹر نور احمد شہتاہ، کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقاء اور شرعی حیثیت (کراچی: فضلی سنز، 1998ء)، ص 51
- 5 مفتی محمد تقی عثمانی، فقہی مقالات (کراچی: مبین اسلامک پبلیشرز، سن 15/1)
- 6 دراہم میں فقہی اصطلاح ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ دور نبوی میں ایرانی ساسانی سکے 3 گرام ہوتے تھے۔ آپ نے ایک دینار کا وزن ایک مثقال قرار دیا۔ ایک مثقال 70 جو کے دانوں کے وزن کے برابر ہوتا ہے۔ جو 4.25 گرام کے برابر بنتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مارکیٹ کے جس کے لیے دراہم ک اصطلاح استعمال ہونا شروع ہوئی۔ اس معیار پر بننے والے درہم کا وزن تقریباً 3 گرام ہونا ہوتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں اس پر بسم اللہ کندہ کروایا۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں خلیفہ کے نام سے سکہ جاری ہونا شروع ہوا۔ عبدالملک بن مروان نے مسلمانوں میں باقاعدہ سکے ڈھانے شروع کر دیئے جن کا وزن 3 گرام رکھا گیا تھا جو حضرت عمرؓ کا طے کردہ معیار تھا۔ جدید اسلامی طریقہ سے دراہم بنانے والی کمپنیاں بھی اسی معیار Standard کو Follow کرتی ہیں۔
- 7 عبد الرحمن بن خلدون، المقدمہ (بیروت دار المعرفہ، 2004ء)، 34/3
- 8 بینک آف انگلینڈ برطانیہ کا مرکزی بینک ہے جو 1694 میں سکاٹ لینڈ کے بنکار ولیم پیٹرسن William Paterson نے نجی ادارے کے طور پر قائم کیا جو انگلینڈ کے فرانس کے خلاف جنگ میں قرض دینے کی شرائط پر وجود میں آیا۔ بعد ازاں 1946 میں اسے قومی تحویل میں لیا گیا۔ (دیکھیے The Origin of Central Banking)
- 9 محمد بن عبد اللہ، رحلۃ ابن بطوطۃ المسماة تحفة النظائر فی غرائب الامصار و عجائب الاسفار (بیروت: دار الشرق، سن 270/2)
- 10 الارزق التقدير فی الاقتصاد الاسلامیہ، ص 115
- 11 وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، الموسوعۃ الفقہیہ (کویت: دار السلاسل، 1427ھ)، 4/178

- 12 وزارت الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، الموسوعۃ الفقہیہ (کویت: دار السلاسل، 1427ھ)، 207/1
- 13 فقہی اعتبار سے اس کی مماثلت بیع الصرف سے ہے جس میں دو طرفہ سونے / چاندی کا باہم تبادلہ ہوتا ہے جس کی دیگر ضروری شرائط میں سے ایک اہم شرط مجلس عقد میں دونوں پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔
- 14 صدر الشریعہ عبداللہ بن مسعود، شرح الوقاہیہ (کراچی: مکتبہ بشری، 2020ء)، 159/3
- 15 احمد بن شعیب نسائی، السنن، (ریاض: دار السلام، 1999ء)، کتاب البیوع، باب بیع الشعر بالشعر، حدیث 4568
- 16 الرباء ولا معاملات المصرفیہ فی نظر الشریعہ، ص 321
- 17 یعنی سامان کی سامان سے بیع اور تبادلہ
- 18 ڈاکٹر نور احمد شہتاہز، کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقاء اور شرعی حیثیت (کراچی: فضلی سنز، 1998ء) ص 60
- 19 ایضاً، ص 60
- 20 امام احمد رضا خان، کفل الفقہیہ فی احکام قرطاس الدرہم (بیروت: دارالکتب العلمیہ، سن)، ص 33
- 21 الرباء ولا معاملات المصرفیہ فی نظر الشریعہ، ص 339
- 22 ڈاکٹر محمد علی احمد البناء، القرض المعرفی (دارالکتب العلمیہ، بیروت، سن)، ص 5
- 23 عبدالمنعم مبارک، التقود البینکیہ، (مرکز الاسکندریہ للکتاب، 1996ء)، 21
- 24 مفتی محمد تقی عثمانی، انعام الباری (کراچی: مکتبہ الخراء، سن)، 490/6
- 25 بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈز کے شرعی احکام (انڈیا: اسلامک فقہ اکیڈمی، سن)، 15
- 26 ایضاً، ص 11
- 27 ابوزید بکر بن عبداللہ، بحث عن بطاقتہ الدستمان (ریاض: مکتبہ السعودیہ، 1417ھ)، ص 7
- 28 فتھی شوکت مصطفی عرفات، بطاقت الدستمان النبکیہ فی الفقہ الاسلامی (ناپکس: جامع النجیح الوطنیہ، 2007ء)، ص 7
- 29 شاہتار، نور احمد، کریڈٹ کارڈ، تاریخ، تعارف اور شرعی حیثیت (کراچی: سیکارز اکیڈمی، سن)، 14
- 30 الفری، محمد علی بن عبد، بطاقت الدستمان (جدہ: مجمع الفقہ الاسلامیہ، سن)، 493/7
- 31 فتھی شوکت مصطفی عرفات، بطاقت الدستمان النبکیہ فی الفقہ الاسلامی (ناپکس: جامع النجیح الوطنیہ، 2007ء)، ص 4
- 32 الفری، محمد علی بن عبد، بطاقت الدستمان (جدہ: مجمع الفقہ الاسلامیہ، سن)، 3/1
- 33 ابو سلیمان، ڈاکٹر عبد الوہاب، البطاقت البینکیہ، ص 37
- 34 فتھی شوکت مصطفی عرفات، بطاقت الدستمان النبکیہ فی الفقہ الاسلامی (ناپکس: جامع النجیح الوطنیہ، 2007ء)، ص 34
- 35 المعمری، ڈاکٹر رفیق، بطاقتہ الدستمان ودراسۃ علمیہ وشرعیہ، 316/7، نیز بینک سے جاری ہونے والے کارڈز کے شرعی احکام،